کلمۂ طیّبہ

حضرت شاہ محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
ناظم عدالت ونپرتی

ناشر

مولانا حافظ شاہ فضل الرحمٰن محمود صاحب دام اقبالہم
خلیفہ وجانشین حضرت مولانا شاہ محمد کمال الرحمن صاحب دامت برکاتہم

تفصیلات کتاب

نام کتاب	:	**کلمۂ طیبہ**
بیان فرمودہ	:	حضرت شاہ محمد حسین صاحبؒ ۔ ناظم ونپرتی
باہتمام	:	مولانا حافظ شاہ **فضل الرحمن محمود** صاحب مدظلہ العالی خلیفہ وجانشین حضرت **مولانا شاہ محمد کمال الرحمن** صاحب دامت برکاتہم
صفحات	:	40
تعداد	:	200
سن اشاعت	:	جمادی الاول ۱۴۳۶ھ - مارچ ۲۰۱۵ء
کمپوزنگ	:	خادم الاولیاء، احقر العباد **سید عبدالسلام شکیل**
طباعت	:	**عائشہ آفسیٹ پرنٹرس** متصل مسجد رضیہ، روبرو فائر اسٹیشن، ملک پیٹ، حیدرآباد۔۳۶...... 9346338145, 7207164256, 65871440
قیمت	:	

ملنے کے پتے

(۱) بہ مکان حضرت مولانا شاہ محمد کمال الرحمن صاحب قاسمی دامت برکاتہم

H.No.19-4-281/A/39/1, P.O.FALAKNUMA,NAWAB SAAB KUNTA,
NEAR SALEHEEN COLONY, HYDERABAD.53.A.P.INDIA

فہرست مضامین

❁❁❁❁❁

تمہیدی کلمات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تمام تعریفیں رب العالمین احکم الحاکمین کیلئے سزاوار ہیں جس نے اس کائنات عام کو وجود بخشا اور درود وسلام ہو امام الانبیاء سید المرسلین رحمت للعالمین پر جن کے نام کو پروردگار عالم نے اپنے نام کے ساتھ جوڑا اور الوہیت الٰہیہ پر ایمان کے ساتھ رسالت محمدیہ کے اقرار کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کیلئے ضروری قرار دیا۔ اور کروڑوں رحمتیں وبرکتیں نازل ہوں ان نفوس قدسیہ کی قبور مطہرہ پر جن کے واسطے سے کلمہ طیبہ کے اسرار ورموز، حقائق ومعارف ہم تک پہنچے۔

آمدم برسر مطلب!

حضرت شاہ محمد حسین صاحب، ناظم ونپرتی کی ایک کتاب المسمّٰی بہ ''کلمہ طیبہ''۔ ایک عرصہ قبل طبع ہوئی تھی، احباب سلسلہ وسالکین طریقت کی خواہش واصرار پر دوبارہ طبع کرائی جارہی ہے۔

یہ کتاب - دریا بکوزہ - کی مصداق ہے، نیز کلمہ طیبہ کے اسرار ورموز کے علاوہ نبوت وصدیقیت، شہادت وصالحیت کے علوم کی جامعیت سے مزین ہے۔ بالعموم تمام ناظرین اور بالخصوص تمام سالکین نیز سلسلہ سے وابستہ حضرات اس کتاب سے خوب استفادہ کریں۔

شرحد دستخط

حضرت مولانا شاہ محمد کمال الرحمن صاحب دامت برکاتہم

سوال ☆ جواب

حضرت شاہ محمد حُسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۔ ناظم عدالت ونپرتی

سوال: ذرا کلمہ طیبہ کو معہ اس کی ضروریات کے اچھی طرح سمجھا دیجئے؟

جواب: کلمہ طیبہ کی تصدیق کے ذریعہ ہم اللہ سے یہ عہد کر رہے ہیں کہ ہم نہ کسی کی عبادت کریں گے اور نہ کسی سے مدد، منّت ومُراد مانگیں گے۔ ہم اللہ ہی کی عبادت کیا کریں گے اور اسی سے دین ودنیا کی تمام ضرورتوں اور حاجتوں میں مدد چاہیں گے۔ اللہ اور اس کے رسول کی بات سنیں گے اور اس پر عمل کریں گے اسی اقرار وتصدیق کا عملی ثبوت ہم بحالتِ نماز پیش کرتے ہیں۔ بار بار نماز پڑھ کر اسی اقرار وتصدیق کی تجدید کرتے ہیں اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ جبکہ اللہ ہمارے اِلٰہ ہیں تو وہی ہم سب کو زیادہ محبوب ہونا چاہئے۔ چونکہ سب سے زیادہ محبوب خواہش ہے اور خواہش کی تکمیل روپئے سے ہوتی ہے اسی لئے یہ دوسرے درجہ کا محبوب ہے تیسرے درجہ میں وطن جائیداد، بیوی بچے وغیرہ محبوب ہوتے ہیں لہٰذا ہم بہ تعمیلِ حکم الٰہی روزہ رکھ کر خواہش کی قربانی دیتے ہیں۔ زکوٰۃ سے روپیہ کی قربانی کرتے ہیں اور حج کے ذریعہ ان تمام محبوبوں کو بوقتِ واحد مغلوب کردیتے ہیں، لہٰذا مومن کے لئے اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ محبوب ہو!

سوال: ایمان بھی لائے اور نیک عمل بھی کئے اس سے صالحین کا مقام تو حاصل ہوا، الحمد للہ...... اب ہمیں دو مقامات حاصل کرنے ہیں، شہادت وصدّیقیت - یہ دونوں مقامات کیوں کر حاصل ہو سکتے ہیں ان کا علم وعمل کیا ہے؟

جواب: شہادت کا مقام اللہ کے ساتھ ربط وتعلق سے حاصل ہوتا ہے اس کا علم لا الہ الا اللہ کے ذریعہ اللہ کی کامل ربوبیّت کا یقین ہے۔ اور اس کا عمل اللہ ہی سے ہر بات میں استعانت یا مدد چاہنا ہے جس کے طریقہ ذِکر، توکل، صبر، شکر، رضا، بالقضاء وغیرہ ہیں۔ صدیقیت کا مقام اس وقت ملتا ہے جبکہ حقیقی عبدیت یا بندگی کا مقام حاصل ہو جائے۔ حقیقی عبدیت کا مقام اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ مِل جائیں اور اللہ کے ملنے کے ذریعہ یہی لا اِلہ الا اللہ کا ذِکر یا عِلم ہے۔

الحاصل اللہ تعالیٰ نے سورۂ واقعہ میں تین طبقات کا ذکر فرمایا ہے:

① اصحابِ شمال ② اصحابِ یمین ③ مقربین جس نے اللہ اور اس کے علم کو لینے سے انکار کیا جو بواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بصورتِ دین آیا ہے وہ اصحابِ شمال سے ہوگا، اس علم کا پہلا رکن لَآ اِلٰہَ اِلاّ اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

اور جس نے اللہ کے اس علم دین کو لے لیا وہ اصحاب یمین سے ہوگا۔ اور جس نے خود اللہ تعالیٰ کو اللہ کے ذکر یا علم کے ذریعہ پالیا وہ مقربین سے ہوگا۔ بس اصحاب شمال کے پاس اللہ کے علم کا انکار رہے۔ اصحابِ یمین کے پاس علم بصورت عقیدہ وعمل ہے اور مقربین کے پاس خود اللہ ہیں یا یوں سمجھو کہ حضورؐ کے پاس اللہ کا علم تھا اور خود اللہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کی تصدیق سے اللہ کا علم بصورت دین ملتا ہے اور آپ کی عبدیت کے عرفان سے اللہ کا عرفان حاصل ہوتا ہے عبدیت محمدیہ کے عرفان کا ذریعہ بھی یہی لا الٰہ الا اللہ ہے۔

حاصل یہ کہ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کا علم دیں اور وہ نہ بولے تو اصحاب شمال میں داخل ہوگا اور اگر لے لے تو اصحابِ یمین میں داخل ہوگا اسی طرح جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کا عرفان دیں اور لے لے تو مقربین میں داخل ہوگا، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نائب اصلی وہی ہے جو اللہ کا علم یعنی اللہ کے علم کے موافق عقیدہ وعمل (جو بعینہٖ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیدہ وعمل ہے) رکھتا ہو اور خود اللہ تعالیٰ کو رکھتا ہو اسی کو خلیفۃ اللہ، امین اللہ، ولی اللہ، عبداللہ، صدیق، پیرومرشد کہتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَذَكِّرۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مَنۡ يَّخَافُ وَعِيۡدِ

توحید اور صالحیت

دِین سے غفلت اور لا پرواہی اس انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ جاہل اور اَن پڑھ تو الگ رہے پڑھے لکھے مسلمانوں میں بھی کلمۂ طیبہ توحید کا یہی فہم ہے کہ ''اللہ ایک ہے''۔ کیا غضب ہے کہ توحید کے صرف اس غلط تصوّر کی وجہ سے آج غیر مسلم طبقہ بھی توحید کا دعویدار بن بیٹھا۔

اللہ کو ایک ماننا ہر انسان کی فطرت میں داخل ہے کسی قوم و مذہب کے معمولی سے معمولی اور دیہاتی انسان سے دریافت کرو، زمین وآسمان کا مالک کون ہے کس نے تم کو اور اس دنیا کو پیدا کیا؟ وہ بلا تکلّف جواب دے گا ''اللہ''۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ خَلَقَهُنَّ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ ۙ﴿۹﴾ (الزخرف)

اور اگر ان سے دریافت کیا جائے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ وہ جواب دیں گے ایک زبردست جاننے والے نے۔

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ (الزخرف:۸۷)

اور اگر ان سے پوچھا جائے کہ ان کو کس نے پیدا کیا، کہیں گے اللہ نے پیدا کیا۔

یہ تو ایک فعلِ عبث ہوتا کہ جو اقرار توحیدِ فطری ہے اور جس کو ہر کہ ومہہ مانتا ہے

اسی کومنوانے کے لئے انبیاءعلیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائیں۔ حالانکہ اللہ علیم وخبیر نے اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعہ انسانوں کو ان کی فلاح ونجات کے لئے اس علم سے سرفراز فرمایا جس سے وہ ناواقف وجاہل، اور ضلالت وگمراہی کی گھاٹیوں میں امن و سلامتی کے متلاشی تھے۔

وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴿۱۶۴﴾ (آل عمران)
اور وہ اس کے قبل کھلی گمراہی میں تھے۔

يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴿۱۵۱﴾ (البقرہ)
تم کو ایسی تعلیم دیتے ہیں جس کو تم نہیں جانتے تھے۔

عقائد میں یہی وہ نہایت اہم اور اوّلین عقیدہ ہے جو ساری اسلامی عمارت کا سنگِ بنیاد ہے۔ ہماری تعلیمات کا ماخذ کتاب وسنّت ہے اس لئے اس کی روشنی میں اس مسئلے کو سمجھنا چاہئے۔ توحید کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ شرک اور اس کے لوازم کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ رفع شرک اور حصولِ توحید کا ہر شخص مکلّف ہے اور انبیاءعلیہم السلام کی بعثت کا یہی منشاء بھی ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا (النساء:۳۶)
اللہ ہی کی عبادت کرو اور کسی شئے کو اس کے ساتھ شریک مت کرو۔

جس کے ذریعہ انسان ظلمت اور جہل کی تاریکیوں سے نکل کر مقامِ صالحیت سے ترقی کرتا ہوا شہادت اور صدّیقیت کے مقامات پر فائز ہوسکتا ہے۔

شِرک کس کو کہتے ہیں اور شرک کس طرح واقع ہوتا ہے؟

قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴿۱۹﴾ (انعام:۱۹)
کہئے کہ وہ اللہ ہی الٰہ واحد ہے اور میں بری ہوں تمہارے شرک کرنے سے۔

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴿۴۳﴾ (الطور)
کیا غیر اللہ ان کا الٰہ ہے۔ اللہ پاک ہے ان کے شرک سے۔

جاننا چاہئے کہ اِلٰہ کس کو کہتے ہیں؟ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ (توبہ:۳۱)

ان کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ الہ واحد ہی کی عبادت کرو کوئی الٰہ نہیں سوائے اس کے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ (قصص:۸۸)

مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو الہ۔ کوئی الٰہ نہیں سوائے اس کے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی اور کو الٰہ ماننا شرک ہے اور جس کی عبادت کی جاتی ہے اور جس سے مدد مانگی جاتی ہے اسی کو الہ کہتے ہیں۔ عبادت و استعانت ہی کے تعلق سے شرک واقع ہوتا ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـــًٔـا (النساء:۳۶)

اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس عبادت میں کسی کو شریک مت کرو۔

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ⑳ (الجن)

کہئے کہ میں اپنے رب کو پکارتا ہوں (یعنی اپنے رب ہی سے مدد مانگتا ہوں) اور اس مدد مانگنے میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ⑯ (یونس)

مت پکار اللہ کے سوا کسی کو، نہ کوئی تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے، نہ ضرر، اگر ایسا کیا تو نے تو ظالموں میں سے ہوگا۔

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ⑬ (لقمان) بے شک شرک کرنا بڑا ظلم ہے۔

واضح ہو گیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرنا اور انجاحِ حاجات کیلئے اللہ کے سوا کسی اور سے مدد مانگنا (بہ تعلقِ ربوبیت) قطعاً شرک ہے۔ انسان مبتلا بہ شرک اس لئے ہوتا ہے کہ یہ کثیر الحاجات واقع ہوا ہے۔ ظاہر ہے جس کے لئے یہ سارا عالم بنایا گیا ہو (خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۤ ۔بقرہ:۲۹) اس کی کتنی حاجتیں ہوں گی، ان ہی حاجتوں کے تعلق سے جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کے لئے اس کو ایک مددگار اور مستعان کی تلاش ہے۔ اس جاہل کی حسی نظر کا یہی تصفیہ ہوسکتا تھا کہ مخلوقاتِ ارضی

وسماوی کو نافع وضار دیکھے اور ان کو نفع وضرر پر قادر سمجھ کر ان ہی سے عبادت واستعانت کا تعلق قائم کرے۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ (یونس:۱۸)

اللہ کے سوا وہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ضرر۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ (مائدہ:۷۶)

کہئے تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جن کو تمہارے نفع وضرر کا مطلق اختیار نہیں۔

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ (الحج:۱۲)

غیر اللہ کو پکارتا ہے جو نفع پہنچا سکتا ہے نہ ضرر۔

وہ انسان جو مسجود ملائک ہے جس کی شان میں کَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ کا ارشاد ہے جس کو خلافتِ ارضی کا منصب عطا کیا گیا ہے۔ اپنے جہل اور محض جہل کی وجہ سے اپنی برتری اور بزرگی کو فراموش کر کے ساری مخلوقات کی غلامی میں جکڑا ہوا ہے جو اس کو ہلاکت وبربادی کی طرف لے جارہی ہے۔

ایک نظر ادھر بھی ڈالتے چلو کہ انسان نے کس کس کی پرستش کی اور اپنے الٰہ باطلہ کے ساتھ اس کا کیا عمل ہے؟ آفتاب پرستی، کواکب پرستی، آتش پرستی اور بت پرستی کے علاوہ اولیاء وانبیاء کو اس نے اپنا الٰہ بنایا:

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ (مائدہ:۱۱۶)

کیا تم نے مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا الٰہ بنایا؟

احبار ورہبان وعباد اللہ کو اپنا رب کارساز قرار دیا جیسے یہود ونصاریٰ۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ (توبہ:۳۱)

انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء ومشائخ کو اپنا رب بنا رکھا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ؕ (کہف:۱۰۲)

کیا پھر بھی کافروں کا خیال ہے کہ میرے سوا میرے بندوں کو اپنا کارساز قرار دیں۔

اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (جاثیہ:۲۳)

کیا دیکھا آپ نے اس شخص کو جس نے اپنی باطل خواہشات کو اپنا الٰہ بنایا۔

انکے متعلق اس کا یہ بھی تصوّر ہے کہ وہ انکے ذریعہ تقرب الی اللہ حاصل کر سکتا ہے

اَوۡلِيَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى ؕ (زمر:۳)

(ہم ان کی پرستش اس لئے کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مقرب بنادیں) وہ ان کو بِلا اذن اللہ اپنا شفیع بھی سمجھتا ہے۔

هٰٓؤُلَاۤءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ (یونس:۱۸) یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔

وہ ان کو خدا کی قوتوں میں شریک، غیب داں، موت وحیات، نفع وضرر پر قادر، دافع مصائب و بلا جانتا ہے۔ قطعاً یہ سمجھتا ہے کہ وہ بطور خود ہر طرح کی مدد کر سکتے ہیں یا اللہ سے کہہ کر ہماری حاجتوں کو پورا کر سکتے ہیں۔ یا اللہ نے ان تمام امور کا اختیار دے رکھا ہے۔ ان کے ساتھ اس کا یہ عمل ہے کہ وہ ان کی ناراضگی سے ڈرتا، ان کی رضا و خوشنودی کے لئے ان کے نام پر قربانیاں کرتا ہے، ان سے نذر و منّت مانتا ہے، ان کا طواف کرتا ہے، ان کے آگے رکوع وسجود کرتا ہے، اپنے تمام کاروبار و معاملات میں ان کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ اللہ کو ایک جان کر اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے۔

آیات متذکرۂ صدر میں انسان کے ان باطل تصورات کی کلیۃً نفی کی جارہی ہے۔

وَالَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ مَا يَمۡلِكُوۡنَ مِنۡ قِطۡمِيۡرٍ ؕ‏ ﴿۱۳﴾ (فاطر:۱۳)

اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔

شرک اور لوازمِ شرک کی ان تفصیلات کے بعد یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہوجانا چاہیئے کہ شرک عبادت واستعانت غیر اللہ ہی کا نام ہے۔ کیوں کوئی کسی کی مدد کرے۔ جب تک اس کو کبیر اور خود کو اس کے آگے ذلیل ظاہر نہ کرے، اسی اظہارِ ذلّت کا نام عبادت اور مانگ یعنی ہاتھ پھیلانے کا نام استعانت ہے۔ آفتاب، چاند، ستارے، نباتات، جمادات اور حیوانات انسان ہی کے لئے بنائے گئے ہیں جو اس

سے کمتر ہیں۔ انسان باہم ایک دوسرے کا ہمسر ہے، اپنے سے کمتر اور ہمسر کے قدموں پر سر رکھنا ان کے آگے ہاتھ پھیلانا انسان کی عزّت نفسی اور خودداری کے خلاف ہے۔ یہی شرک وہ سنگین جرم ہے جس کی وجہ سے انسان ہمیشہ کے لئے اللہ کی رحمت سے منقطع ہو کر ان کے قہر وغضب کا مصداق ہو جاتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ط (نسا ١١٦)

بے شک اللہ شرک کو نہ بخشیں گے اور اسکے سوا جتنے گناہ ہیں جس کو چاہیں گے بخش دینگے

جنّت اس پر حرام اور دوزخ اس کا مقام ہوگا

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ط (مائدہ ٧٢)

جنت کو حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

شرک ہی کی وجہ سے اللہ کی نظر میں نجس وناپاک ہو جاتا ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (توبہ:٢٨) ۔ مشرک ناپاک ہیں۔

اس کے سارے اعمال برباد کردیئے جاتے ہیں

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (زمر:٦٥)

اگر تو شرک کرے گا تو تیرے اعمال غارت ہو جائیں گے۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے ہم کو پیدا کیا ہماری نشو ونما کو تکمیل حیات کے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جس کی ہم کو احتیاج ہے اسی لئے وہی ہمارے خالق ورب ہیں۔ رب ہونے کی حیثیت سے اُن کے دو حق ہم پر ہیں کہ ہم اُن کی عبادت کریں اور ان ہی سے مدد چاہیں یعنی ہمارا سر ان ہی کے قدموں پر رہے اور ہمارے ہاتھ ان کے آگے اُٹھیں بچپن کا ایک دور گذار کر دکھلایا گیا کہ والدین کو بچے اپنی ہر ضرورت وحاجت کو پورا کرنے والا سمجھتے ہیں اس لئے ان ہی کی اطاعت کرتے ہیں اور جو مانگنا ہو ان ہی سے مانگتے ہیں ذراسی تکلیف اور خوف کی حالت میں ان ہی کو پکارتے ہیں۔ سنِ بلوغ کو پہنچتے ہی رسالت کے ذریعہ یہ حقیقت واضح کردی گئی کہ حق تعالیٰ ہی ہمارے رب ہیں

ربکم الرحمن ہیں ۔ والدین ان ہی کی ربوبیت کا ایک ذریعہ ہیں لہذا والدین کو رب سمجھ کر بچپن میں تمہارا جو عمل ان کے ساتھ رہا وہی تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم کرلو وہی عبادت واستعانت کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ذریعہ یہی دعوت سارے عالم کو دی گئی کہ زمین وآسمان میں کوئی الہٰ نہیں سوائے اللہ کے ۔ الوہیت مخلوق کا حق نہیں خالق کا حق ہے ۔ مربوب کا حق نہیں رب السمٰوات والارض کا حق ہے اسی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کو اپنا الہٰ رب ، مالک وحاکم ماننا اوراسی ایک ذات کا محکوم ومملوک و محتاج بن کر رہنا ہی توحید ہے یہی وہ توحید ہے جس کا ماننے والا قطعی جنتی ہے ۔

مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه دَخَلَ الْجَنَّةَ ۔ (حدیث مسلم)

کوئی مرے اور جانتا ہے کہ نہیں معبود سوائے اللہ کے داخل ہوگا جنّت میں ۔

یہی توحید اللہ کا وہ قلعہ ہے جس میں داخل ہوگیا وہ اللہ کے عذاب سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگیا ۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِی فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَمِنَ مِنْ عَذَابِیْ (حدیث قدسی)

لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے امن میں آگیا ۔

یہی وہ توحید ہے جو راست ہم کو اللہ تک پہنچادیتی ہے لا الہ الا اللہ کے ہم علم ظاہر وعلم باطن سے لا الہ الا اللہ کے ذکر سے بندہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے ۔

اسی زندگی بخش پیام کو لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فداہٗ اُمّی وابی اللہ کے پاس سے تشریف لائے جن کی رسالت کا انکار کفر اور جن کی رسالت میں شک کرنے سے نفاق واقع ہوتا ہے جس کے نتیجہ بھی ابدی جہنم ہے ۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ (توبہ:۶۸)

اللہ نے منافق مرد اور منافق عورتوں سے دوزخ کا عہد کر رکھا ہے ۔

منافقین تو جہنم کے آخری طبقہ میں رہیں گے :

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ (نساء:۱۴۵)

بلاشبہ منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائینگے ۔

مَا جَاءَ بِهِ النبیؐ کو من وعن ماننا اور اس کی تصدیق کرنا ہی اصل تقویٰ ہے

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ (زمر)

جو سچی بات لے آئے اور اس کو سچ جانا وہ لوگ متقی ہیں۔

مان کر اور تصدیق کر کے انکار کر دینا ارتداد ہے جس کا نتیجہ بھی خلودِ نار و حبطِ اعمال ہے۔

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ (بقرہ:۲۱۷)

اور تم میں جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اور وہ کافر ہی مرے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں غارت ہو جاتے ہیں اور یہ لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

قلبِ انسان علم کا محل ہے اس کا خاصہ ہے کہ جب تک ایک علم اس میں رہتا ہے اس کے مخالف علم کو لینے کی صلاحیت اس میں نہیں رہتی۔ علم باطل جب تک قلب میں رہے وہ علم حق کو قبول نہیں کرتا لہذا سب سے پہلے ہم کو اپنے قلب کا جائزہ لینا چاہئے اِس باطل اور اضلالی علم شرک، کفر، نفاق و تصور ارتداد کا کوئی شائبہ تو ہمارے دل میں نہیں ہے کہ اس کے خروج کے بغیر ایمان و ہدایت کا جلوہ قلب میں نہیں ہو سکتا اِسی لئے قبل ایمان توبہ ضروری ہے۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ (فرقان:۷۰)

جو شرک وغیرہ سے توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیں گے۔

حق تعالیٰ کی شان کریمی پر قربان کہ توبہ کے بعد ہی اپنا محبوب بنا لیتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (بقرہ:۲۲۲)

یقیناً اللہ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے۔

توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ غلطیوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عزم رہے توبہ کے بعد ذریعہ لَا اِلٰہ اللہ محمد رسول اللہ ذوات خلق سے رُبوبیت، الوہیت یعنی عبادت و استعانت، حاکمیت و مالکیت کی نفی کر کے اللہ ہی کے لئے اثبات کیا جائے تو وہی قلب جو ظلمت و اضلال کی گندگیوں سے بھرا ہوا تھا نور ایمان سے منور اور حق تعالیٰ کی نظر میں طیب و طاہر ہو کر ان کی رحمت خاص و عام کا مصداق ہو جاتا ہے۔ اللہ اس کے ساتھ اور اس پر رحیم ہو جاتے ہیں۔

وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴿۱۹﴾ (انفال) - اور اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا﴿۴۳﴾ (احزاب) اور اللہ ایمان والوں پر بہت مہربان ہے۔

یہی وہ ایمان ہے جس کے اعتصام سے اللہ کی رحمت فضل و ہدایت ہم سے متعلق ہو جاتے ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴿۱۷۵﴾ (نساء:۱۷۵)

جولوگ اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کو مضبوط پکڑا تو اللہ اُن کو اپنی رحمت وفضل میں داخل کریں گے اور اپنے تک ان کو سیدھا راستہ بتلا دیں گے۔

اس ایمان کی راہ سے اللہ ہمارے ولی ہو جاتے ہیں اور ہم کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لیجاتے ہیں۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (بقرہ:۲۵۷)

اللہ اہل ایمان کے ولی ہیں ان کو (گمراہی کی) تاریکیوں سے نکال کر نور (ہدایت) کی طرف لاتے ہیں۔

اس ایمان کے بعد اللہ ہمارے ہادی ہو کر صراط مستقیم پر قائم رکھتے ہیں۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴿۵۴﴾ (حج)

اور واقعی ایمان والوں کو اللہ ہی راہ راست کی ہدایت کرتے ہیں۔

غرض سبحانہ تعالیٰ بہ جمیع صفاتِ جمالیہ ہمارے ہو جاتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے

ہوجاتے ہیں غور کرو اور خوب کرو جو اللہ کا محبوب ہو جائے اللہ جس کے رحیم اور جس کے ہادی وولی ہو جائیں اللہ کی رحمت وفضل و ہدایت کا جو مصداق ہو جائے جس کو اللہ کی معیّت کا شرف حاصل ہو جائے اس کی دنیا وآخرت کیسے خراب ہو سکتے ہیں وہ مشکلات میں کیسے مبتلا ہو سکتا ہے اس کے دشمن اس پر کس طرح غلبہ پا سکتے ہیں محال قطعاً محال۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ (یونس)

ان کیلئے دنیاوآخرت کی زندگی میں خوشخبری ہے اللہ کی بات بدلتی نہیں یہ بڑی کامیابی ہے

جس نے اپنی ذلت وفقر کی نسبت اللہ سے قائم کر لی تو اب اللہ کی غیرت یہ کب گوارا کر سکتی ہے کہ جو اُن کا ہو جائے وہ اس کا سر دوسروں کے قدموں پر گرنے دیں اور اس کے ہاتھ دوسرے کے آگے اُٹھیں اس کو کاروبار دنیاوی ودینی میں قطعاً پریشان نہ ہونے دیں گے۔

براہ راست اسباب یا براہ استغناء قلب ہر طرح کی آسانیاں اُس کے لئے پیدا کر دیں گے۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ﴿٥﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿٦﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ﴿٧﴾ (اللیل)

جس نے اللہ کی راہ میں مال دیا اور ڈرا اور اچھی بات (اسلام) کو سمجھا ہم اس کی راحت کے لئے سامان دیدیں گے۔

اس مقام پر اجزائے ایمانیہ کو بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے، ① اللہ پر ایمان لانا، ② ملائکہ پر ایمان لانا، ③ اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا، ④ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا، ⑤ آخرت کے دن پر ایمان لانا، ⑥ ہر بھلائی بُرائی کو مِن اللہ جاننا یعنی تقدیر پر ایمان لانا اور ⑦ حیات بعد الموت پر ایمان لانا۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

اللہ پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ وہ موجود ہیں اپنی ذات سے مخلوق اپنی بقاو

وجود میں ان کی محتاج ہے قدیم ہے محیط کل ہیں، خالق ہیں، صفت کن سے ہر شئے کے پیدا کرنے اور فنا کرنے پر قادر مطلق ہیں۔ حی و قیوم ہیں، سمیع و بصیر ہیں، علیم و خبیر ہیں۔ رحمٰن ہیں۔ رحیم ہیں، ملک ہے تو ان ہی کے لئے حکومت ہے تو ان ہی کے لئے، مخلوق کے جملہ صفات سے منزہ سبحان ہیں ان کے سوا کوئی مستحق حمد نہیں، صمد ہیں، غنی ہیں، لم یلد ولم یولد ہیں تمام صفات کمالیہ جمالیہ وجلالیہ سے متصف ہیں اپنے وجود وصفات میں یکتا و تنہا ہیں وحدہ لاشریک لہٗ ہیں ربُّ العالمین ہیں اسی لئے وہی الٰہ ہیں۔

آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ عقوبات قبر وحشر، سوالِ منکر نکیر، میزان، پُل صراط، احتساب و جزائے اعمال، جنت، عقوباتِ دوزخ جس کی تفصیل قرآن اور احادیث صحیحہ میں وارد ہے قطعاً حق ہیں۔

عمل اور قوت عمل کے لئے اس عقیدہ کا ایقان بڑی اہمیت رکھتا ہے زندگی میں تقویٰ وطہارت قلب میں خشیت ورقت پیدا کرتا ہے انسان آپ اپنا محتسب ونگران ہوجاتا ہے

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ (حشر:۱۸)
ہر شخص دیکھ لے کہ کل کے لئے اُسنے کیا ذخیرہ بھیجا ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (الزلزلہ)
جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا اس کو دیکھ لے گا۔

ملائکہ کے متعلق قدیم تصور یہ تھا کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں، نظم عالم میں ان کو تصرف کا اختیار حاصل ہے اُمور غیبیہ کو وہ بہ خوبی جانتے ہیں موجودہ ترقی یافتہ ذہنیت نے ان کو قوائے عالم کے نام سے تعبیر کیا ان پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ کی مخلوق ہیں ان کی تخلیق نور سے ہوئی ہے انسان کی طرح عباد اللہ ہیں اللہ کی تسبیح ان کا شغل ہے ان کا کام صرف اس قدر ہے کہ جو حکم ان کو دیا جاتا ہے وہ اُس کی تعمیل کرتے ہیں۔

کتب مُنزلہ پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ وہ حق تعالیٰ کا کلام ہے اس کے الفاظ اور اس کا علم قطعاً حق تعالیٰ کا ہے۔ انبیاء علیہ السلام کے ذاتی علم کا اس میں شائبہ تک نہیں ہے۔

حضرات انبیا علیہم السلام کو کسی نے اللہ کا جزو سمجھا:

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ (سورۃ المائدہ: ۷۳) تین میں سے ایک یا تین کہنے لگے۔

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ (سورۃ المائدہ: ۷۲)

انہوں نے کہا کہ اللہ عین عیسیٰ بن مریم ہیں۔

کسی نے ان کو مافوق الفطرت قوتوں کا حقیقی مالک سمجھا ان پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ وہ سب اللہ کے بندے ہیں مگر وہ بزرگ تر اور مقدس ہستیاں ہیں جن کو علم وحی سے سرفراز کیا گیا اور بنی آدم کی تعلیم وتزکیہ فلاح و ہدایت کے لئے مامور کیا گیا جن کا مُشاہدہ کرادیا گیا ہے ان سب حضرات نے ایک ہی دین اسلام کی دعوت دی۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝۱۳ (سورۃ الشوریٰ)

اب جو مختلف ادیان پائے جاتے ہیں وہ اسلام ہی کی بگڑی ہوئی صورتیں ہیں جن کو اُنکے ناقص متبعین نے اپنی ذاتی اغراض وخواہش نفسانی کے تحت اصل دین میں کتمان والتباس کر کے وضع کرلیا۔

سب سے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے ذریعہ اصلی دین اسلام کو کامل واتم صورت میں پیش فرمایا گیا اور قیامت تک جس کی حفاظت کا وعدہ اللہ نے فرمایا:

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹ (سورۃ الحجر) ۔ یقیناً ہم اس کے محافظ ہیں۔

تقدیر کو سمجھنے میں بڑا مغالطہ ہو گیا ہے کہا جاتا ہے کہ تعطل کی تعلیم دی جارہی ہے۔

تقدیر کا فہم مختصراً یہ ہے کہ انسان کی پیدائش سے ابدالآباد تک اس کی زندگی اور تمام اُمور متعلقہ زندگی کو حق تعالیٰ جانتے ہیں اور جیسا جانتے ہیں اسی طرح ان کو پیدا کرتے ہیں ان ہی کے ارادہ ومشیت سے ان کا ظہور ہوتا ہے۔

مسئلہ تقدیر کو اس لئے بیان کیا گیا کہ بہ لحاظ نتائج رنج وافسوس اپنی کسی تدبیر و سمجھ پر ناز نہ ہو۔

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰـكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝۲۳ (سورۃ الحدید: ۲۳)

جو چیز تم سے ضائع ہوجائے اس کا رنج نہ کرو جو عطا کی جائے اس پر اتراؤ نہیں۔

حیات بعد الموت کے متعلق یہ گمراہی ہے کہ یا تو سرے سے ان کا انکار ہے یا کوئی صرف روح کی حد تک قائل ہے۔ دوبارہ تخلیق صورت وجسم کو تسلیم نہیں کرتا اور کوئی بہ طریقہ تناسخ مانتا ہے۔ یہاں صحیح علم واعتقاد یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہم کو اس صورت وجسم پر مرنے کے بعد پیدا کریں گے ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا بدل پائے گا۔

تطہیر قلب اور علم ودانش کی اصلاح کے بعد ضروری ہے کہ قلب میں اس کا اس طرح نفوذ ہوجائے کہ پھر ضلالت وگمراہی کی طرف جانے نہ پائے اس لئے حق تعالیٰ نے ایمان کے بعد ہی اہلِ ایمان پر نماز فرض کردی۔

الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝۱۰۳ (سورۃ النساء)

یقیناً نماز مومنین پر حدود وقت کے ساتھ فرض ہے۔

اس کی تاثیر یہ بیان کی کہ وہ تم کو فحش ومنکر سے روک دے گی۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ (عنکبوت: ۴۵)

یقیناً نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے۔

علم کی یہ خاصیت ہے کہ جب تک اس کی علمی مشق ہوتی رہے مستحضر رہتا ہے نماز پر غور کرو اقرار توحید کا عملی ثبوت علم توحید کی علمی صورت ہے جس کو ہم ایمان کی مشق کے

نام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ مشق بھی کیا اچھی مشق ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر ان کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں ان کی جلالت و کبریائی اور اپنی ذلت اور فقر کے اظہار کے طور پر دست بستہ کھڑے ہو کر ثناء میں غیر اللہ کے الٰہ نہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور سورہ فاتحہ میں ان ہی کی عبادت اور ان ہی سے استعانت کرنے کا یقین دلاتے ہیں اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کا معروضہ پیش کرتے ہیں اس طرح دن میں پانچ وقت ہر وقت کئی کئی مرتبہ اس ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کے آگے جس کے ہم براہِ توبہ و ایمان محبوب ہیں اور جو ہم پر رحیم ہیں سر جھکا کر قدموں پر سر رکھ کر اہلِ انعام انبیاء و صدیقین و شہداء اور صالحین کے راستہ پر چلنے کی ہدایت مانگتے ہیں۔ ناممکن ہے کہ کہنے والا اگر صادق ہو تو یہ معروضہ قبول نہ ہو یقیناً قبول ہوگا اور ہماری زندگی بھی ان کے منشاء کے مطابق ہو جائے گی نماز کے تنہٰی عنِ الفوا حش والمنکر ہونے کا یہی راز ہے اور اسی لئے نماز ہی کی یہ اہمیت ہے کہ وہ کسی حال میں معاف نہیں کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکتے ہو تو بیٹھ کر پڑھو لیٹے لیٹے پڑھو اشاروں سے پڑھو۔

دو دشمن نفس و شیطان ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جن کے متعلق ہم کو متنبہ کر دیا گیا۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ (سورۂ یوسف: ۵۳)
نفس تم کو بری باتوں کا حکم دیتا ہے۔

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۝ (سورۂ یوسف: ۵)
بلاشبہ شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے۔

ادھر نماز کو تنہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فرمایا گیا نماز شروع کرنے سے پہلے استعاذہ یعنی اعوذ باللہ من الشطین الرجیم، پڑھنے کا حکم دیا گیا، یہ استعاذہ ادراک معنی کے ساتھ ہو تو جو شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ میں آجائے یقیناً اس کی نماز ان دشمنوں کے حملہ کی سپر بنی رہے گی نماز ہی کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ یہ معراج المؤمنین

ہے عبد و رب کے درمیان کیا اچھا مکالمہ ہے پھر معراج کیوں نہ ہو واقعہ یہ ہے کہ جس نے نماز کو درست کر لیا اُس کا ایمان بھی مستحکم ہو گیا اس طریقہ پر ایمان کی تصحیح اور نماز کی پابندی سے حسبِ منشاء الٰہیہ ایمان اور عمل صالحہ کا جلوہ ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے پاس سے صالحیت کی سند مل جاتی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾ (سورۂ عنکبوت)

جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے ہم ان کو نیک بندوں میں داخل کرینگے۔

صالحین سے ہی جنت و مغفرت کا وعدہ فرمایا گیا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ (سورۂ فتح)

اللہ نے ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ (سورۂ لقمان: ۸،۹)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے لئے عیش کی جنت ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔

صالحین کے قلوب خوف و حزن کے تحت دبے ہوئے نہیں رہتے۔

فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ (سورۂ انعام)

جو شخص ایمان لائے اور درست ہو جائے انکو کوئی اندیشہ نہ ہوگا نہ وہ مغموم ہوں گے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

(وہ حیات طیبہ سے سرفراز کئے جائیں گے) جو شخص نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو اس کو پاک زندگی عطا کریں گے۔ (سورۂ نحل: ۹۷)

اس دنیا میں خلافت کا وعدہ صالحین ہی سے فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ

جو لوگ ایمان لائیں اور عمل کریں اُن سے اللہ وعدہ فرماتا ہے ان کو حکمتِ ارضی عطا کرے گا۔ (سورۃ النور: ۵۵)

یہی ایمان وتقویٰ مسلمانوں کی وہ زبردست قوت ہے جس کو کوئی مادی قوت نہیں توڑ سکتی۔

فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَيُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ (سورۃ البقرہ:۲۵۶)

جو شخص باطل کا منکر ہو کر اللہ پر ایمان لائے اُس نے بہت مضبوط حلقہ تھام لیا جس کو شکستگی نہ ہوگی۔

جو مادی قوت بھی اس سے ٹکرائے گی وہ خود پاش پاش ہو کر رہ جائے گی تاریخ اسلام کے زرّین واقعات اس کا بین ثبوت ہیں۔

نماز کے بعد تین فرض اور ہیں جو ایمان و نماز کی طرح بنیادی حیثیت رکھتے ہیں ارشاد نبوی ہے۔

بُنِیَ الْاِسلام عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّكٰوةِ والحج وَصَوْمِ رَمَضَانَ (حدیث بخاری)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، توحید، رسالت، نماز، زکوٰۃ، حج اور روزہ۔

زکوٰۃ حج صاحب ثروت طبقہ کیلئے مخصوص ہے جس کی افادیت پر روشنی ڈالنے کی گنجائش اس جگہ نہیں ہے رہ گیا روزہ تو اس کے لئے حق تعالیٰ نے یہ سہولت اور آسانی رکھی ہے کہ کھانے پینے میں بجائے کمی کرنے کے صرف وقت میں تبدیلی فرمادی۔ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے کے بجائے غروبِ آفتاب سے طلوع فجر تک کھاؤ پیو۔ سبحان اللہ یہ بھی کیسا اچھا کھانا ہے کہ کھانا بھی عبادت اور نہ کھانا بھی عبادت۔

اس کے بعد جو اوامر ہیں وہ ہی تو ہیں جو انسان کے مطالبات فطرتی ہیں روزی کمانا، کھانا، پینا، شادی کرنا، اہل وعیال کی خدمت و پرورش، احباب سے ملنا جلنا، برادری کے ساتھ تعلقات قائم رکھنا کیا یہ سب دین کے احکام نہیں ہیں بہ تصحیح نیت کہ انما الاعمال بالنیات جزائے عمل کا تعلق نیت کے لحاظ سے ہوگا۔ با تمثالِ امرِ الٰہیہ ان

امور کی پابندی ہوگی حق تعالیٰ کی حاکمیت و مالکیت اور اپنی مملوکیت ہماری زندگی میں طاری وساری ہوگئی......اب اضلال کے دو شعبے رہ جاتے ہیں بدعت وفِسق ان کو بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

بدعت علمی یہ ہے کہ کتاب وسنت کو اپنی عقل وذہنیت کے تابع کر کے دین میں افتراق پیدا کرنا۔

بدعت عملی یہ ہے کہ جو اعمال دین میں محکوم نہ ہوں ان کو دین سمجھ کرانجام دینا یعنی دین میں کوئی نئی بات پیدا کرنا ہر بدعت گمراہی ہے جس کا نتیجہ جہنم ہے۔

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ وَ كُلُّ ضَلَالَةٍ فِى النَّارِ (حدیث)

ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی کا نتیجہ جہنم ہے

گناہ کا عزم رکھنا، گناہ پر اصرار کرنا، گناہ کر کے توبہ نہ کرنا یہ فسق کے افراد ہیں بلکہ اصرار علی المعصیت تا بحد کُفر پہنچا دیتا ہے فاسق سے حق تعالیٰ کا کوئی وعدہ نجات نہیں اگر عقوبات برزخ وحشر کے بعد نجات ہو بھی جائے تو درجات کا نقصان توقطعی ہے بدعتی کا بھی یہی حکم ہے۔

صالح اور فاسق میں یہ فرق ہے کہ گناہ صالح سے بھی ہوگا مگر گناہ کرنے کا عزم نہ ہوگا۔ بلکہ عزم گناہ نہ کرنے کا ہوگا۔ اگر کسی وجہ سے گناہ ہو جائے تو فوراً نادم ہوکر توبہ کر لے گا۔ یہ تصور غلط ہے کہ توبہ کے بعد گناہ نہ ہونا چاہئے۔ گناہ تو اقتضاء بشریت ہے توبہ کے بعد بھی امکان گناہ ہے مگر صالح پھر توبہ کر کے رجوع اِلی اللہ ہو جائے گا۔ البتہ بین الصالحین درجات ہیں۔

لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا (سورۂ انعام:۱۳۲)۔ ہر ایک کو عمل کے سبب درجہ ملیں گے۔

جس کے پاس اعمال صالحہ زیادہ ہوں گے اُس کے درجات بھی زیادہ ہونگے۔

ان دوصفات سے متصف رہنا صالح کی خاص علامت ہے۔

اطاعت خدا اور رسول کا عزم رہے نافرمانی کا عزم نہ رہے۔

وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ۝۱ (سورۃ الانفال)
اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔
اللہ سے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کو سب سے زیادہ محبت رہے۔
وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (سورۃ البقرہ:۱۶۵)
اور جو لوگ ایمان والے ہیں اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں۔

بخاری و مسلم میں حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک مجھ کو اپنی جان مال اولاد اور سب سے زیادہ محبوب نہ رکھے محبت ہی کی وجہ سے اتباع کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اتباع ہی محبت کا نتیجہ ہے یہ محبت فکر وخیال سے پیدا ہوتی ہے اور ایسی ہی محبت معتبر اور پائیدار ہے۔

اللہ کی ربوبیت ان کے احسانات پر غور کرو ہم پر جو نعمتوں کی بارش ہو رہی ہے اس پر غور کرو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احسانات پر غور کرو کہ اپنے راحت وآرام کو اُمت کی خاطر ترک فرمادیا اور امت ہی کی خاطر تمام مصائب کو اپنی ذات مبارک پر گوارا فرمایا۔

مغفرت سے بڑھ کر اور کیا کامیابی ہوسکتی ہے۔ راتوں میں ہماری مغفرت ہی کے لئے اللہ کے حضور میں اس قدر قیام فرماتے کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا۔

روزِ محشر کا تصور کرو نہ ماں باپ کام آئیں گے نہ مال ودولت نہ اہل وعیال، پرسش کے خوف سے کسی کو کسی کی سُدھ بُدھ نہ رہے گی۔ ہر شخص اپنی ہی فکر میں حیران و سراسیمہ رہے گا۔ ایسے خوف ودہشت کے مقام میں اسی ایک ذات گرامی کو (ہماری کیا چیز اس قابل ہے کہ ان پر قربان کی جاوے) اُمت کی نجات ومغفرت کے سوا اور کوئی فکر نہ ہوگی۔ اس محبت ہی کی وجہ سے حشر بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے ساتھ ہوگا۔

اس تفکر کے بعد وہ کون سنگدل ہوگا جو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔ مختصر یہ کہ اللہ کا محبوب ہوجانا اللہ کو اپنا رحیم بنالینا اللہ سے جنت و

مغفرت کا وعدہ لے لینا اللہ کی رحمت وفضل وہدایت کا مصداق ہو جانا۔ ان کو اپنا ولی اور ہادی بنالینا۔ دنیا وآخرت کو سنوار لینا۔ غم وحزن کے بجائے عزت وامن وراحت کی زندگی گذارنا وہ کون مسلمان ہوگا جس کے قلب میں اس سعادت کے حصول کا مُطالبہ نہ ہو جس کا حصول اس قدر آسان کر دیا گیا ہے کہ اپنی باطل ذہنیت کو دور کر کے اللہ کے علم ودانش کے مطابق جس نے اپنے علم وعمل کو درست کر لیا یعنی لا الہ الا اللہ کے ذریعے الوہیت وربوبیت نفع وضرر دنیاوی اخروی ملک وحکومت حاجت روائی ومشکل کشائی خوف ورجا وطریق عبادت نذر ومنت طواف وقربانی بندگی وسرافگندگی اظہار فقر وذلت کے استحقاق کی نفی ذات خلق سے کر کے اللہ کے لئے ثابت کرے اور ماجاء بہ النبی کی تصدیق کر کے پابندی صلوٰۃ اطاعت خدا اور رسول کا عزم بالجزم کرے تو مقام صالحیت پر فائز ہو جائے اور حق تعالیٰ کے فرمائے ہوئے وعدۂ مغفرت وجنت کے مطابق جنت جیسی ایک سلطنتِ عظیم کا ولی عہد بن جائے۔

وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَّمُلْكًا كَبِيرًا ﴿۲۰﴾ (سورۃ الدہر)

اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھ کو بڑی نعمت وبڑی سلطنت دکھائی دے۔

ملک کبیر جس کی وسعت کے متعلق خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

عَرْضُهَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض (سورۂ ال عمران)

جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہوگی۔

اور حدیث شریف میں جس کی صراحت آتی ہے کہ ادنیٰ جنتی کا رقبہ اس دنیا سے دس گناہ زیادہ ہوگا۔ ایسے ملک کبیر کا بادشاہ بننے کے لئے صرف موت ہی حاجب ہے اس دنیا کے ولی عہد کو اپنے آئندہ بادشاہ بننے کی جس قدر خوشی ومسرت کا انتظار رہتا ہے صالح کے قلب میں اس سے زیادہ مسرت وانبساط کے دریا موجزن رہیں گے اور اس دنیا میں ہر قسم کی قربانی کے لئے وہ ہر وقت تیار رہے گا۔

ہماری کامرانی وکامیابی کی یہی وہ زبردست اسکیم ہے جس کو حق تعالیٰ نے مختصر

الفاظ میں کتاب کے پہلے ہی صفحہ پر بیان فرمایا۔

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ (سورۂ بقرہ:۱)

یہی وہ کتاب یہی وہ علم ودانش کا سرچشمہ ہے جس کے مُنزل مِن اللہ ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اس کے علوم ظنّی وتخمینی نہیں بلکہ واقعی اور قطعی ہیں۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ (سورۂ بقرہ:۲،۳)

اس کی نورانی شعاعیں ان ہی لوگوں کے لئے مشعلِ ہدایت ہیں جو باطل کی تمام قوتوں سے منہ موڑ کر آستانہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر سر جھکا دیں جن کے دل ودماغ میں اللہ ہی کی حاکمیت ومالکیت بسی ہوئی ہے۔

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ (سورۂ بقرہ:۳)

اور بصورت صلوٰۃ اس کا عملی ثبوت پیش کرتے رہتے ہیں جو پیٹ کے بندے اور دنیا کے حریص نہیں ہوتے اللہ کی طرف سے جو رزق مل رہا ہے اسی پر قانع رہتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ (سورۂ بقرہ:۴)

جو دین اسلام ہی کو وہ دین قیّم سمجھتے ہیں جو از آدم تا ایں دم بنی آدم کے اَبدی امن وعافیت کا واحد ذریعہ رہا اور ہے۔

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ (سورۂ بقرہ:۴)

ان کو قطعاً یہ یقین ہے کہ آخرت ہی کی زندگی اصل زندگی ہے۔

دنیا کی زندگی چندروزہ ہے جو آخرت کی زندگی سنوارنے کے لئے دی گئی ہے جہاں کا سکھ بھی اَبدی اور دُکھ بھی اَبدی، جہاں کے ثمرات ونتائج ایمان وتقویٰ **لَهُمْ مَا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ** ۔اس سے غافل رہنے کا نتیجہ **عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَنَارٌ حَامِيَةٌ** جس کے تفصیلات کے تصور ہی سے بدن کانپ اُٹھے۔

اُولٰۗىِٕكَ عَلٰي هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۤ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ (سورۂ بقرہ)

یہی وہ لوگ ہیں جو حق تعالیٰ کے نور ہدایت کی روشنی میں زندگی کی تاریک کھائیوں کو امن وسلامتی کے ساتھ طے کرتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں کہ دنیا وآخرت کی بامرادیاں ان کے قدم چومتی ہیں۔

ہر مسلمان اس طرح خود مُسلمان ہوجائے، انا اوّل المسلمین کا نعرہ لگاتے ہوئے اولاً اپنے اہل وعیال کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کردے اپنے حلقہ احباب کو اس طرف کھینچ کھینچ کر لائے۔ نہ اداروں کی ضرورت نہ انجمنوں کی حاجت ایک چراغ اس طرح روشن ہوجائے جس سے ہزاروں چراغ انشاء اللہ روشن ہو سکتے ہیں۔ یہی طریقہ کار طریقہ مصطفوی ہے۔ آج نہیں تو کل ایک سال میں نہیں تو پانچ سال دس سال میں ایک جماعت صالحہ خیرِ امت کا پیدا ہوجانا بفضلِ الٰہی قطعی ہے جن کے قلوب میں وہ تڑپ اور روح میں وہ گرمی ہوگی جوان کو باطل کی تمام زور آزمائیوں کا مقابلہ ومقاطعہ کرنے کے لئے تن من دھن سب کچھ نثار کردینے پر آمادہ کردے گی۔ خلافتِ ارضی کے یہی مستحق ہونگے اعلاء کلمۃ الحق کا کام ان ہی سے لیا جائے گا۔ اس سنت کے خلاف جو جدوجہد بھی کی جائے گی وہ اِنَّ سَعۡیَكُمۡ لَشَتّٰى کے حکم میں داخل ہوگی۔

فَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسۡلِمُوۡا (سورۃ الحج: ۳۴)

پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تم اُسی کے آگے جُھکے رہو۔

مقام صالحیت سے فوق شہادت وصدیقیت کے مقامات ہیں صالح قطعاً جنّتی ہے مگر شہادت وصدیقیت سے محروم رہنا درجات کا بہت بڑا نقصان ہے۔ انسان فطرۃ حریص واقع ہوا ہے مبارک ہیں وہ جو آخرت کے حریص ہیں جس طرح صالحیت کا مقام اللہ ورسول کی بات جاننے ماننے سے حاصل ہوجاتا ہے اسی طرح شہادت و صدیقیت کا حصول بھی براہِ ایمان قرآن سے ثابت ہے۔

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰۤـئِكَ هُمُ الصِّدِّيۡقُوۡنَ ‌ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ وَنُوۡرُهُمۡ ؕ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰۤـئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ ۱۹ (سورۃ الحدید)

جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے ان کا اجر اور ان کا نور ہوگا۔

اہم سوال وجواب

شاہ محمد حُسینؒ

از: کلمہ طیبہ

سوال: صالحین، شہداء اور صدیقین کا علم وعمل کیا ہے؟ ان جماعتوں میں داخلہ کب ملتا ہے، اور یہ مراتب کب نصیب ہوتے ہیں؟

جواب: ایمان اور عمل صالح اختیار کرنے والے کو صالحین میں داخلہ ملتا ہے۔ انہیں مسلمان اور مومن سمجھا جائیگا۔ کیونکہ وہ اسلام وایمان رکھتے ہیں۔ صالحین کے لئے نجات ومغفرت اور جنّت کا وعدہ ہے۔

ایمان بھی لائے اور نیک عمل بھی کئے اس سے صالحین کا مقام تو حاصل ہوا۔ الحمدللہ اب، ہمیں دو مقامات حاصل کرنے ہیں، شہادت وصدیقیت۔

شہادت کا مقام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط وتعلق سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا علم لا الہ الا اللہ کے ذریعۂ اللہ تعالیٰ کی کامل ربوبیت کا یقین ہے اور اس کا عمل اللہ تعالیٰ ہی سے ہر بات میں استعانت یا مدد چاہنا ہے جس کے طریقے ذکر، توکّل صبر وشکر، رضا بالقضاء وغیرہ ہیں۔

صدّیقیت کا مقام اس وقت ملتا ہے جبکہ حقیقی عبدیت یا بندگی کا مقام حاصل ہوجائے اور حقیقی عبدیت کا مقام اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ مل جائیں اور

اللہ کے ملنے کا ذریعہ یہی لا الہ الا اللہ کا ذکر یا علم ہے الحاصل اللہ سبحانہ تعالی نے سورۂ واقعہ میں تین طبقات کا ذکر فرمایا ہے۔ ①اصحابِ شمال ②اصحاب یمین ③مقربین جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے علم کو لینے سے انکار کیا جو بواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بصورت دین آیا ہے۔ وہ اصحابِ شمال سے ہوگا۔ اس علم کا پہلا رکن لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے اس علم دین کو لے لیا وہ اصحاب یمین سے ہوگا۔ اور جس نے خود اللہ تعالی کو اللہ کے علم یا ذکر کے ذریعہ پالیا وہ مُقربین میں سے ہو گیا۔

پس اصحاب شمال کے پاس اللہ کے علم کا انکار ہے۔ اصحاب یمین کے پاس اللہ کا علم بصورت عقیدہ و عمل ہے اور مقربین کے پاس خود اللہ تعالیٰ ہیں۔ یا یوں سمجھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اللہ تعالی کا علم تھا۔ اور خود اللہ تعالیٰ آپ کی رسالت کی تصدیق سے اللہ تعالیٰ کا علم بصورت دین ملتا ہے۔ اور آپ کی عبدیت کے عرفان سے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ عبدیت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عرفان کا ذریعہ بھی یہی لا الہ الا اللہ ہے۔

حاصل یہ کہ جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کا علم دیں، اور وہ نہ لے تو اصحاب شمال میں داخل ہوگا اور اگر لے لے تو اصحابِ یمین میں داخل ہوگا، اسی طرح جس کو آپ اللہ تعالیٰ کا عرفان دیں اور وہ لے لے تو وہ مقربین میں داخل ہوگا، پس آپ کا نائب اصلی وہی ہے جو اللہ کا علم (یعنی اللہ کے علم کے موافق عقیدہ اور عمل جو بعینہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ و عمل ہے)۔ رکھتا ہو اور خود اللہ تعالی کو رکھتا ہو۔ اسی کو خلیفۃ اللہ، امین اللہ، ولی اللہ، عبداللہ، صدیق و پیر مُرشد کہتے ہیں جو اللہ تعالی کی معبودیت، و عبادت، ربوبیت، و استعانت رکھتا ہو وہ بھی ولی اللہ ہے۔ لیکن یہ مرتبہ اصحاب یمین کی عام ولایت کا ہے اور جس کے پاس اللہ کی معبودیت و عبادت ربوبیت و استعانت کے ساتھ خود اللہ تعالی اور اس کی صفات ہوں اور جو اشیاء کا علم علم الٰہی کے مطابق رکھتا ہو اور حق تعالی کے قرب،

اقربیت،معیت،واحاطت،ظاہریت،وباطینیت ،اولیّت وآخریت کاعلم رکھتا ہووہ مقربین کی ولایت خاصہ سے مشرف ہے مگر ہیں دونوں ولی اللہ،ایک چھوٹا ولی اورایک بڑا ولی۔چھوٹا ولی اپنے علم کوفنا کر کے اللہ کے علم سے بقا حاصل کرتا ہے اور بڑا ولی اپنے وجود کوفنا کر کے اللہ کے وجود سے بقا حاصل کرتا ہے اور چھوٹا ولی اللہ کا چھوٹا محبوب ہوتا ہے اور بڑا ولی بڑا محبوب ہے اور جو اللہ کا محبوب ہے اس پر اللہ دنیا وآخرت میں عذاب و قہر نہیں کریں گے۔

مکتوبِ احسانی

حضرت شاہ محمد حُسین صاحبؒ
معروف بہ ناظم عدالت، سمستان ونپرتی، مورخہ ۲ ربہمن ۱۳۴۱ف

جنوبی ہند کے ایک عظیم المرتبت بزرگ شاہ محمد حسینؒ کا ایک اہم عرفانی مکتوب جس کو انہوں نے اپنے ایک مُنتسب کے نام لکھا ہے، استفادۂ عمومی کے لئے نقل کیا جارہا ہے، واضح رہے کہ سلسلۂ قادریہ کمالیہ کے یہ وہ فردِ فرید ہیں، جن سے مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ اور دیگر اجلّۂ علماء نے خصوصی استفادہ کیا ہے۔ کمال الرحمن (مدظلہ العالی)

مکرمی ومحترمی زادِعرفانہ!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

بمقابل دوسرے اکابر کے میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ کچھ سمجھاؤں۔ علم حق کی مکالمت کی وجہ سے اُمید ہے کہ بعون الٰہی جانبین کو فائدہ ہو۔ لہٰذا میں اشتیاق بھرے دل سے جناب کی تشریف آوری کا منتظر رہوں گا۔ ممکن ہے میں رمضان المبارک کی پہلی سے تاختمِ تعطیلات بلدہ میں رہوں گا۔

مولانا مناظر احسن میرے دست ہیں، وہ نورانی بھی ہیں اور نور بھی۔ جب ان کا واسطہ بیچ میں آچکا ہے تو یقیناً بفضلِ جلّ جلالہٗ ہمیں ایک دوسرے سے نوری تمتعات حاصل ہوں گے۔

مولانا! ہمارے لئے مایوسی اور حیرانی نہیں ہے کہ اللہ کا خالص علم اصلی حالت میں باعتبارِ دین ونعمت بطور کامل واتم ہمارے پاس موجود ہے۔

دین کا تعلق اللہ کے علم سے ہے اور نعمت کا تعلق، اللہ کی ذاتِ مبارک سے ہے۔ جب اللہ کا علم باعتبارِ کتاب وسنت از جہت عقائد واعمال (ایمان وتقویٰ) ہمارے دل میں متمکن ہوجاتا ہے تو ہم نُورانی ہیں۔

اور جب اللہ تعالیٰ کے عِلم ہی سے باعتبار عرفان جو نعمت ہے یعنی اللہ کی ذات جن کی ذات معیّت واحاطت، قرب واقربیت، ظاہریت و باطنیت ہم سے بربناء نصوص قطعی ثابت ہے، ہمارے دل میں جلوہ گر ہوجاتے ہیں تو ہم نُور ہوجاتے ہیں۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ہم فنا ہوکر اللہ تعالیٰ سے باقی ہو گئے ہیں۔ اس تقدیر میں اللہ کی یافت اوران کا شہود بصر وبصیرت میں نقدم ہوجاتا ہے۔ یہی عبدیت وقُرب ہے، یہی ولایت وامانت ہے، یہی صدیقیت وخلافت ہے۔

اِس نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ کبریٰ کے حصول کا ذریعہ رکن اول اسلامیہ کلمۂ دعوت الی اللہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی باعتبارِ مفہوم قربِ نوافل ہے۔ یہ کلمۂ طیبہ ہے اس کے فضائل باعتبار احادیث صحیحہ معلوم ہیں۔ اس کے الفاظ اللہ کے الفاظ ہیں۔ ان میں اللہ کا خالص علم ہے، جس کے انعقاد انتفاع سے ہماری دُنیا بھی اچھی ہوتی ہے اور آخرت بھی اچھی ہوتی ہے اور ہمیں اللہ تعالیٰ بھی مِل جاتے ہیں۔ یہی تین ہمارے اصولی مطلوبات ہوسکتے ہیں، جنکے مکمل علوم اس کلمہ میں مندرج ہیں۔ یہ کلمہ مع علوم کے ہم میں مندرج ہے، صرف بالقوہ سے بالفعل کرنا ہے بواسطہ کسی عالمِ لا الٰہ الا اللہ کے، جو عارف باللہ، ولی اللہ ہو۔

الحاصل وصول الی اللہ کے تین اعتبارات ہیں۔

① تصدیق لا الٰہ الا اللہ ② ذکر لا الٰہ الا اللہ ③ علم لا الٰہ الا اللہ

① تصدیق کا طریق، عام ہے اور یہ ضابطہ مقررہ الٰہیہ ہے کہ ہر مصدّق عالمِ برزخ میں داخل ہوکر حشر میں آئے۔ بعد فراغتِ امور حشر یہ جنت میں پہنچ کر اللہ کی رویت سے مشرف ہو۔

② اگر باختیار خود اسی عالم میں وصول الی اللہ مقصود ہوتو طریق ذکر کو جو خاص ہے اختیار کرے۔ ذکر سے بشرائط مخصوصہ بدیر رسائی ہوسکتی ہے، یہ سلوک مقیّد ہے، اس کا حال بھی مقید ہے، اس طریق کو جمہور صوفیاء کرام نے اختیار کیا ہے اور یہ مناسب حال عوام ہے۔

③ اگر فوری رسائی مدنظر ہوتو طریقِ علم کو جو اخص ہے، اختیار کرے یہ سلوک مطلق ہے اس کا حال بھی مطلق ہے یہ مناسب حالِ علماء ہے۔

اہم سوال و جواب

حضرت عبداللہؒ

از: کلمہ طیبہ

سوال: کلمہ طیبہ کے تحت اللہ تعالیٰ کی معبودیت، وربوبیت کو سمجھائیے اور اللہ تعالیٰ سے استعانت کیوں کرنی چاہیئے؟ ذرا طریق استعانت کو بھی واضح فرمائیے۔

جواب: معبود کے لئے فعل و تصرف ضروری ہے۔ جیسا کہ مشرک اپنے جھوٹے آلہہَ کے لئے فعل و تصرّف ثابت کرتے ہیں اور اسی لئے ان کی پوجا کرتے ہیں اور ان سے استعانت چاہتے ہیں اور استعانت کی بناء فعل واثر ہی ہے جب اللہ تعالیٰ معبود ہیں تو افعال سب اللہ ہی کے ہیں جن میں ان کا کوئی شریک نہیں۔ لہذا جس طرح مخلوقات سے معبودیت وعبادت کی نفی کی ہے اس طرح افعال کی نفی بھی کرنی چاہیئے اور ان کا اثبات صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے کرنا چاہیئے۔ اس سے تم کو توحید افعالی حاصل ہو جائیگی اور شرک افعالی رفع ہو جائے گا بمقام افعال وآثار کا مرجع ہونے ہی کی بناء پر اللہ تعالی رب العالمین ہیں اور سارا عالم اُن کا مربوب ہے۔

جب اشیاء سے اثر ذاتی اور اشخاص سے افعال کی نفی ہو کر صرف اللہ ہی کے لئے ان کا اثبات ہو گیا تو اب ظاہر ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت واستمداد لازم ہو جاتی ہے کہ اس کے غیر میں نہ فعل ہے نہ اثر یعنی اللہ تعالیٰ جب تک فعل واثر کو نہ

پیدا کریں کسی سے کوئی فعل واثر ظاہر نہیں ہوتا۔

اب استعانت اور طریق استعانت کی تفصیل میں حسبِ ذیل باتیں یاد رکھئے۔

حاجات اور مرادات میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کاموں میں توکل کرو، مصیبتوں میں صبر کرو، نعمتوں میں شکر کرو گناہوں میں توبہ کرو۔ جب فعل واثر غیر اللہ میں اصالۃً نہیں تو خوف ورجاء بھی اللہ تعالیٰ ہی سے رکھو۔ جب تمہیں یہ منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں یاد رکھیں اور تم سے راضی رہیں تو تم بھی اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو۔ اوران کے ہر فعل سے راضی رہو۔ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (مجھ کو یاد کرو میں تمہیں یاد کرتا ہوں) رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں)۔

ذرا غور کرو ربوبیت واستعانت کا تمہیں مقام حاصل ہو گیا جس طرح مخلوق کی معبودیت وعبادت فنا ہو گئی اسی طرح مخلوق کی ربوبیت واستعانت بھی فنا ہو گئی تو اب مخلوق سے تمہیں فناء وبے نیازی حاصل ہو گئی۔ اب اگر صبر وشکر، توکل وغیرہ مقامات تمہیں حاصل ہو جائیں تو تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمام امور میں اپنے قطعی وعدوں کی بناء پر وکیل وکفیل، ولی ونصیر، ہادی وحفیظ سب کچھ ہو جائیں گے اور تمہارے ساتھ رہیں گے۔

مکتوبِ اِحسانی

حضرت شاہ محمد حسین صاحبؒ
معروف بہ ناظم عدالت سمستھان ونپرتی

حضرت مولانا محترم دام محبتہ!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سرفراز نامہ سرفراز ہو کر سرفراز کیا۔اللہ تعالیٰ آپ کو صحتِ کامل سے سرفراز فرمائیں۔آمین ثم آمین

مولانا! مومن کے لئے مرض جسمانی بہ حالتِ صبر و رضا بالقضاء ذریعہ صحت و نعمت رُوحانی ہے۔جس طرح جسمانی صحت بصورت شکر موجبِ عافیت ہے جو وقت ہم پر گزرتا ہے وہ طاعت یا معصیت نعمت یا مصیبت سے خالی نہیں۔لہٰذا ہمیں ہر ایک کا حق ادا کرنا چاہئے۔طاعت کی حالت میں توبہ، انابت اور استغفار لازم ہے۔نعمت پر شکر اور مصیبت پر صبر کرنا چاہئے۔بہر حال ہمارا حال اچھا ہے، جس حال میں کہ علمِ حق کی اِتباع ہو۔

ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ ہمارے رحمٰن و رحیم ہیں۔لہٰذا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم صاف ستھرے رہیں اور مدارجِ عالیہ پر ترقی کریں۔لہٰذا کچھ نہ کچھ آفت و مصیبت

ہمارے ساتھ لگی رہتی ہے جب ہمارا ایمان یہ ہے کہ جو کچھ ظہور میں آ رہا ہے وہ ثابت فی العلم الالٰہی ہے اور اس کا ظہورِ خارجی بھی حق تعالیٰ سبحانہ کی مشیت و تجلّی و تخلیق سے ہو رہا ہے اور وہ ہمہ تن بجا مبنی بر رحمت و عدل و حکمت ہے تو بجُز اس کے کہ اُس سے توافق بالارادات الالٰہیہ جل جلالہٗ ہو، حکایت و شکایت کی گنجائش کیوں کر اور کہاں سے باقی رہ سکتی ہے۔ اگر حکایت و شکایت ہو تو وہ علم باطل کا اقتضاء ہے نہ کہ علم حق کا۔ علم حق کے ادراکات متلازم سرور و اطمینان ہوتے ہیں۔ علم باطل کے احساسات باعثِ حُزن و ملال ہوتے ہیں۔ اب ہمیں اختیار ہے کہ جس علم کو چاہیں استعمال کریں۔

والدہ سے کہئے کہ بصورتِ لحاظِ علم حق مصروفیت اُمورِ خانہ داری بھی عبادت ہے۔

استعانت کے طریقے

انسانی زندگی کی پانچ حالتیں ہیں جتنے انسان ہیں سب پر یہ حالات گزرتے ہیں، انسان کسی مُلک کا رہنے والا ہو، کسی قوم کا ہو، کسی مذہب کا ماننے والا ہو، کسی جماعت یا فرقے سے تعلق رکھتا ہو، ان حالات کے ورود سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ سب پر یہ حالات طاری ہوتے ہیں۔ عالم انسان ہو کہ بادشاہ، فقیر ہو کہ امیر، مسلمان ہو کہ کافر، نیک ہو کہ بد، عورت ہو کہ مرد بچہ ہو کہ بوڑھا، سب انہی پانچ حالات میں زندگی گزار رہے ہیں۔

① حاجات و مرادات	: اِس حالت میں دُعا کرنے کا حکم ہے
② حالتِ گناہ	: اِس حالت میں توبہ کرنے کا حُکم ہے
③ حالتِ کاروبار	: اس حالت میں توکل کرنے کا حکم ہے
④ حالت مصیبت	: اس حالت میں صبر کرنے کا حکم ہے۔
⑤ حالتِ نعمت	: اِس حالت میں شکر کرنے کا حکم ہے،

دُعا، توبہ، توکل صبر اور شکر: یہی ہیں استعانت کے طریقے

سوال و جواب

حضرت شاہ محمد حُسینؒ

سوال: عام طور پر مرید ہونے کا جو رواج ہے اس کے متعلق ضروری معلومات مطلع فرمائیں؟

جواب: اگر مرید ہونے کی غرض شفاعت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول کی تصدیق کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے امتی ہونے کی نسبت ہو جاتی ہے اور آپ ہمارے لئے قطعی شفیع ہیں لہٰذا اس غرض کے لئے مرید ہونا عبث ہے۔

اگر مریدی کی غرض یہ ہے کہ صالحین کی معیّت حاصل ہو تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ اور رسولؐ کی اتباع کے بعد یہ معیت خود ہی حاصل ہو جاتی ہے اور صالحین ہمارے رفیق ہو جاتے ہیں۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبتِ کاملہ سب سے زیادہ حاصل ہو جائے تو حشر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انشاء اللہ رہیں گے اِس لئے بھی مرید ہونا غیر ضروری ہے۔

اگر مریدی کی غرض یہ ہو کہ پیر کے ذریعہ دین درست ہو جس کا وہ علمی و عملی نمونہ ہے اور وصول الی اللہ حاصل ہو جائے درست اور صحیح ہے۔

سوال: توحید کے اہم فائدے اور شرک کے شدید نقصانات بتایئے؟

جواب: توحید کے عظیم فائدے شرک کے نقصانات۔

①موحّد پر ہمیشہ کے لئے دوزخ حرام۔	①مشرک ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔
②موحّد کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔	②مشرک پر جنّت ہمیشہ کیلئے حرام ہوجائے گی۔
③موحد کے نیک اعمال قبول ہوتے ہیں۔	③مشرک کے نیک اعمال برباد ہوجاتے ہیں۔
④موحد کے گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے۔	④مشرک کے گناہ معاف نہیں ہوتے۔
⑤موحد اللہ کے نزدیک طیّب وطاہر ہے۔	⑤مشرک اللہ کے نزدیک نجس وناپاک ہوتا ہے۔
⑥موحد سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں۔	⑥مشرک سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔

اللہ تعالی ہم سب کو ایمان کا کمال، اعمال کرنے اور اعمال میں اخلاص پیدا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں اور ہم سب کا داخلہ صالحین، شہداء اور مقربین میں فرما کر محشور فرمائیں۔ آمین